OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

قرآن میں میراث کے احکام: فقہی اصول، نبوی رہنمائی اور سماجی و قانونی اثرات کا تحقیقی مطالعہ

Quranic Inheritance Laws: A Critical Study of Jurisprudential Principles, Prophetic Guidance, and Socio-Legal Implications

Abdul Aziz
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore.
Email: qariabdulaziz19@gmail.com

Dr. Ahmad Raza
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore.

Received on: 05-10-2025 Accepted on: 09-11-2025

Abstract

The teachings of the Holy Quran are complete, comprehensive and universal in every respect. The fields of the teachings of the Quran are different. Some teachings are related to beliefs and thoughts. Some are related to ethics and manners. And some are related to rulings, jurisprudence and constitution and law. Those verses of the Quran in which rulings are stated and those verses give the Islamic constitution are called verses of rulings. The verses of rulings also state the rules of inheritance like purity, prayer, fasting, selling and all other types of rules. In all these chapters, the teachings of the Quran are completely clear, comprehensive and detailed. If we consider the issues of inheritance from all other aspects, then here too this fact is shining with its brilliance. In no system, constitution or law of the world has inheritance been described with such detail and clarity as Islam has described it in the Holy Quran. Allah Almighty has identified the heirs in the Quran. Different statuses of heirs have been established. In different situations, heirs are made the owners of different parts. Everyone has been given shares according to their rights. And that the benefit of each person in the family has also been taken into account in this distribution. Allah Almighty has determined these shares himself and has obliged man to distribute the inheritance only according to this. Not only that, but the right of bequest has also been given in the inheritance property. If the deceased wants to give his property to a specific person or wants to spend it for a specific purpose, he can make a bequest for it. But a certain amount and limits have also been determined for this. So that the heirs are not harmed. The following is a study of the verses explaining the rules of inheritance.

Keywords: Inheritance, verses of commandments, will, Quran, teachings

قرآن مقدس کی تعلیمات ہر حوالہ سے کامل، جامع اور آفاقی ہیں۔ قرآن کی تعلیمات کے میدانات مختلف ہیں۔ بعض تعلیمات عقائد وافکار سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعض کا تعلق اخلاق و آداب سے ہے۔ اور بعض احکام وفقہیات اور آئین و قانون سے متعلق ہیں۔ وہ آیاتِ قرآنیہ کہ جن میں احکام بیان ہوئے ہیں اور وہ آیات اسلامی آئین عطا کرتی ہیں ان کو آیاتِ احکام کہا جاتا ہے۔ آیاتِ احکام طہارۃ، صلوۃ، صوم، بیوع اور دیگر

تمام قسم کے احکام کی طرح میراث کے احکام بھی بیان کرتی ہیں۔ان تمام ابواب میں قرآن کی تعلیمات مکمل واضح، جامع اور تفصیلی ہیں۔دیگر تمام پہلوؤں کی طرف وراثت کے مسائل میں غور کیا جائے تو یہاں بھی یہ حقیقت اپنی آب وتاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔دنیا کے کسی بھی نظام، آئین یا قانون میں وراثت کو اس تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا ہے جس تفصیل سے اسلام نے قرآن مقدس میں بیان فرمادیا ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وارثوں کی نشاندہی فرمادی ہے۔وارثوں کی مختلف حیثیتیں قائم کردی گئی ہیں۔مختلف حالتوں میں وارثوں کو مختلف حصوں کا مالک بنایا جاتا ہے۔ہر ایک کو اس کے حقوق کے مطابق حصے دیے ہیں۔اور یہ کہ خاندان میں ہر فرد کی نفع مندی کو بھی اس تقسیم میں مد نظر رکھا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ حصے خود ہی مقرر فرمادیے ہیں اور انسان کو پابند کردیا ہے وہ وراثت کی تقسیم صرف اسی کے مطابق کرے گا۔نہ صرف بلکہ وراثت کے مال میں وصیت کا حق بھی دیا گیا ہے۔مرنے والا اپنے مال کو اگر کسی مخصوص شخص کو دینا چاہتا ہے یا کسی مخصوص مقصد کے لیے خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لیے وصیت کر سکتا ہے۔لیکن اس کی بھی ایک مقدار اور حدود مقرر کردی ہیں۔تاکہ وارثوں کا بھی نقصان نہ ہو۔درج ذیل میں وراثت کے احکام کو بیان کرنے والی آیات کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

انسان کی میراث

میراث یا وراثت کو انسانی زندگی میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔عمومی طور پر ہر ایک فرد اپنی میراث کے بارے میں فکرمند رہتا ہے۔لوگ اس پر ہمیشہ غور کرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے پیچھے کیا چھوڑ کر جارہا ہے۔اور اسی حیثیت پر لوگ باہم ایک دوسرے سے سوال بھی کرتے ہیں۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ دنیاوی زندگی میراث پر ہی قائم ہے۔اس زندگی میں لوگ جیسے میراث کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں ویسے ہی میراث کے معاملہ میں بڑے بڑے جھگڑے بھی جنم لیتے ہیں۔میراث سے کوئی مخصوص چیز مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کچھ ایک بندہ اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔اس میں دو اہم ترین چیزیں اموال اور اولاد ہیں۔قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان دونوں چیزوں کے بارے میں اپنا احسان جتلایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیے ہوئے اپنے احسان کو جتلاتے ہوئے اور نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَاَمۡدَدۡنَاکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ۔[1]

(اے بنی اسرائیل) ہم نے تمہیں مالوں اور بیٹوں سے مدد دی۔)

بیٹے کیونکہ طاقت اور قوت کا استعارہ ہیں اور یہ اپنے والد کا سہارا بنتے ہیں خصوصی طور پر سابقہ ادوار میں جب افرادی قوت کو بہت اہمیت دی جاتی تھی، آج کے دور کی نسبت ان ادوار میں بیٹوں کی قدر و منزلت بہت بڑھی ہوئی تھی۔تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنا احسان یاد کرایا ہے کہ ہم نے تمہیں اموال بھی دیے اور اس کے ساتھ طاقتور اور توانا مضبوط بیٹے بھی عطا کیے۔اسی طرح عام مؤمنین سے فرمایا:

وَیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ۔[2]

(تم اللہ سے معافی مانگو) اور (پھر) مال اور بیٹوں سے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔)

بنیادی طور پر بیٹوں کا ذکر ہے لیکن یقینی طور پر اس سے بیٹے اور بیٹیاں دونوں مراد ہیں۔ کہ یہ دونوں ہی اپنے اپنے دائرہ کار میں والدین کے لیے سہارا اور ان کے وارث بنتے ہیں۔ بیٹے قوت وطاقت میں بیٹیوں سے اعلی ہیں اور لوگوں کو ہمیشہ بیٹوں کی فکر زیادہ رہتی کیونکہ اس سے ان کی قوت میں اضافہ ہوتا۔ اس لیے آیت میں بنین (بیٹوں) کا ذکر فرمایا۔ اور اکثر و عمومی طور پر مذکر کے تحت مؤنث کو شامل رکھا جاتا ہے۔ تو اس طرح بیٹے یا بیٹیاں عموماً اولاد مراد ہے۔ یہاں ان آیات کو درج کرنے کا اصل مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اموال اور اولاد دو چیزیں ایسی دی ہیں کہ جن پر وہ اپنا سہارا قائم کرتا ہے۔ جن کے بل بوتے پر وہ اپنی قوت کا اندازہ لگاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں معاشرے میں اس کے وقار اور عزت کو متعین کرنے میں بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ ان دونوں نعمتوں سے نواز دیتا ہے وہ اپنی میراث کو مضبوط خیال کرتا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ اس کے بعد اس کا نام رہے گا۔ اس کا وقار سلامت رہے گی۔ یعنی اولاد اور اموال دونوں کسی بھی شخص کی قابلِ اعتبار، لائقِ افتخار اور قیمتی میراث قرار پاتی ہیں۔

البتہ اس جگہ جس پہلو پر ہماری بحث ہے وہ اموال سے متعلق ہے۔ یعنی کسی شخص کے اس دنیا سے وفات پا جانے کے بعد اس کی اولاد، اہل وعیال اور اقرباء اس کے چھوڑے جن اموال کے وارث بنتے ہیں عمومی مفہوم اور عرف واصطلاح میں ان اموال کو وراثت یا میراث کہا جاتا ہے۔

اہل وعیال کو میراث سے محروم نہ کرنے کا حکم

انسان کی وراثتِ مال کا وراثتِ عیال کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ مال کے بغیر کوئی بھی شخص اپنے عیال کی کفالت نہیں کر سکتا۔ ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے مال کی ضرورت رہتی ہے۔ اس لیے اسلام کی طرف سے اپنے ماننے والوں کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ اپنے وارثوں کے لیے وراثت میں مال چھوڑ جائیں۔ ورثاء کو غریب اور فقیر چھوڑ جانا بہتر نہیں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ میں اپنا تمام مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

امسک علیک بعض مالک فهو خیر لک۔[3]

(اپنے مال میں سے کچھ بچاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔)

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے کے اپنے ارادے کا اظہار کیا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالة یتکففون الناس فی ایدیھم۔[4]

(یعنی اپنے ورثاء کو صاحب مال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ محتاج رہ جائیں اور بھیک مانگتے پھریں۔)

ان دونوں روایات سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ ترغیب عطا فرما رہے ہیں کہ ورثاء کے لیے وراثت میں مال چھوڑا جائے۔ انہیں وراثت سے محروم نہ کیا جائے۔ اور نیکی وصدقہ کا ہر ایسا جذبہ جس سے ورثاء کی محرومی ہوتی ہے اس کو رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔

حالانکہ قرآن مقدس اور احادیثِ رسول ﷺ میں جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کردینے کی حوصلہ افزائی کی گئی اور اس پر بڑے بڑے اجور بیان فرمائے گئے ہیں تاکہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے عادی ہوں۔اور اسی بناپر ہی درج بالا دونوں روایات میں آنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہمانے یہ جذبہ پیش کیا کہ ہم اپنے سارے مال کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ سکھایا کہ سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کردیا جائے گا بلکہ ورثاء کو وراثت سے مال دینا بھی لازم ہے۔اس حوالہ سے کئی ایسی روایات بھی ہیں کہ جن میں اہل وعیال پر خرچ کرنے کو ہی صدقہ قرار دیا گیا ہے۔بلکہ سب سے بہترین صدقہ فرمایا گیا ہے۔

پس وراثت کے احکام میں سب سے پہلا حکم اور سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ اپنے وارثوں کے لیے ترکہ میں مال ومتاع چھوڑ دینا اہم اور ضروری ہے۔اس کے لیے اولاً تو ہر شخص کو اپنی زندگی میں محنت وکوشش کرنی چاہیے کہ وہ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرے جتنا مال کمائے۔کہ جس سے وہ اپنے اہل وعیال کی کفالت کرسکے اور ان کے لیے وراثت کے طور پر چھوڑ جائے جس سے وہ اپنی ضرورتیں پوری کرتے رہیں۔اور دوسرے نمبر پہ یہ بات ضروری ہے کہ وہ اپنے کمائے ہوئے مال کو خرچ کرکے ختم نہ کردے بلکہ اس میں بچت کرے اور محفوظ کرے۔یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں بھی سارا مال خرچ نہیں کرنا۔تاکہ اس کے وارثوں کے لیے کچھ بچارہ جائے اور وہ اپنی زندگی آسانی سے گزار سکیں۔

علم المیراث کی اہمیت وفضیلت

وراثت کی تقسیم کے بارے میں معلومات باقاعدہ ایک علم کے طور پر مدون ہوئی ہیں۔جس پر کتب تصنیف کی گئی ہیں۔فقہ وحدیث کی کتابوں میں اس پر باقاعدہ مستقل اور علیحدہ اسی طرح ابواب قائم ہوئے ہیں جیسے طہارت، صلوۃ، زکوۃ اور دیگر احکام شرعیہ میں سے ہر ایک کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔یہ علم اسلامی تعلیمات میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔اس کو علم الفرائض بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں میراث کے تمام حصوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا۔(5)

(یہ تمام حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں، بے شک اللہ ہی علم وحکمت والا ہے۔)

مقرر کردہ حصوں کو فریضۃ فرمایا گیا تو اسی سے فریضہ کی جمع کے طور پر فرائض کا لفظ سامنے آیا۔اور اس طرح علم المیراث کو علم الفرائض بھی کہا گیا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث مبارکہ میں اسے میراث کی بجائے الفرائض فرمایا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے علم الفرائض کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور اس کے تعلم کی ترغیب بھی دی ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ۔(6)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن اور فرائض کا علم سیکھو، اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، کہ بے شک میری روح بھی قبض کرلی جائے گی۔)

کس خوبصورت انداز میں علم الفرائض کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے اور اس کے تعلم کی ترغیب دی ہے۔ قرآن کے ساتھ فرائض کو سیکھنے کی ترغیب کو شامل فرمایا ہے۔نہ صرف یہ کہ خود سیکھا جائے بلکہ اسے آگے بھی سکھانے کی تلقین فرمائی۔اور ساتھ اس طرف توجہ دلائی کہ اب تو وراثت کی تقسیم کے لیے میرے پاس آجاتے ہو لیکن میں ہمیشہ اسی طرح نہیں رہوں گا۔ میرے بعد تمہیں جب یہ مسائل پیش آئیں گے تو پھر تمہارے لیے مشکل ہو گی۔اس لیے تمہیں چاہیے کہ تم میرے دیے ہوئے علم الفرائض کو سیکھ لو اور اسے آگے سکھاتے چلے جاؤ۔ تو اب بھی اور قیامت تک کے لیے یہ لازم ہو گیا ہے ہر آنے والی نسل پہلے والی نسل سے اسے سیکھے اور نئی آنے والی نسل کو سکھائے۔

وراثت کی تقسیم اور اصحابِ فرائض

ایک شخص مرنے کے بعد اپنے پیچھے ترکہ میں جو مال و دولت چھوڑ جاتا ہے وہ اس کی میراث بن جاتا ہے۔اس کے ورثاء بھی موجود ہوتے ہیں۔ جن میں والدین ہو سکتے ہیں، اولاد، خاوند یا بیوی، یا بہن بھائی، اولوالارحام ہو سکتے ہیں۔اس میراث کو ان ورثاء میں تقسیم کرنا سب سے اہم ترین مسئلہ ہوتا ہے۔اس حوالہ سے سابقہ شریعتوں میں کوئی تفصیلی رہنمائی موجود نہیں ہے۔اور نہ ہی دیگر نظاموں میں کوئی واضح اور منصفانہ اصول و ضوابط وضع کیے گئے ہیں۔ جبکہ قرآن مقدس میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو وراثت میں ہر ایک کا حصہ ہر حالت میں تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ سورۃ النساء کی دو آیتیں 11 اور 12 وراثت کی تقسیم کو تفصیل سے بیان کرتی ہیں۔ ہر حصہ دار کے حصوں کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔[7]

(اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کی اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہوا اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے

اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کو چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین (قرضہ) نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔)

کسی حصہ دار کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی گئی ہے۔ ہر ایک کو اس کا مکمل حق دے دیا گیا ہے۔ مختلف حالتوں میں مختلف صورتیں بنتی ہیں تو ان تمام حالتوں میں ہر صورت کو واضح کر دیا ہے۔ وراثت کی تقسیم ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کو مکمل طور پر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ ورنہ نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور دیگر شرعی امور کے متعلق بنیادی رہنمائی قرآن میں ملتی ہے جب کہ ان کی تفصیل احادیث مبارکہ سے آتی ہے۔ مگر وراثت کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی تفصیل و توضیح کے ساتھ ارشاد فرمادیا ہے۔ یہ حصے بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ ایک آیت کے آخر میں فرمایا: فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اور دوسری کے آخر میں وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کس کو کتنا ملنا چاہیے اور کون کتنے کا حقدار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس نے خود ہی فیصلہ فرما کر ہر ایک کو اس کا حصہ اور حق عطا فرمادیا ہے۔ ان آیات کے شانِ نزول کو درج ذیل روایت بیان کرتی ہے، جسے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

قَالَ جَائَتْ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمِّهِمَا فَقَالَ أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔[(8)]

(وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی بیوی سعد کی دو بیٹیوں کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے والد غزوہ احد کے موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے اور شہید ہو گئے۔ ان کے چچا نے ان کا سارا مال لے لیا اور ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا جب تک ان کے پاس مال نہ ہوگا ان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان لڑکیوں کے چچا کو بلا بھیجا اور فرمایا سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو۔ جو بچ جائے وہ تمہارے لئے ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

پس اللہ تعالیٰ نے خود ہی تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا حصہ مقرر فرمادیا اور تنبیہ کر دی کہ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں ان میں کسی کو اپنی رائے داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔مزید ارشاد فرمایا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ [9]

(یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کرے اسے وہ بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لئے ذلّت انگیز عذاب ہے۔)

ہر ایک کے حصے بیان فرمانے کے بعد اتنی شدت کے ساتھ یہ فرمایا کہ جس نے نافرمانی کی وہ جہنم میں داخل ہوگا، اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے انتہائی ذلت آمیز عذاب ہے۔اور جس نے اطاعت کی وہ جنتوں میں جائے گا اور اس کے لیے جنتیں ہمیشہ ہمیشہ کا گھر ہیں۔اور یہ ہی بہت بڑی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ نے جو حصے بیان فرمائے ہیں ان کو اپنی طرف سے مقرر کردہ حدود سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔اللہ نے جو حدود مقرر کر دی ہیں ان میں کسی کو بھی ان سے انحراف کرنے یا اپنی طرف سے کچھ کمی بیشی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اور جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اتنی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ہر ایک کا حق اور حصہ بیان فرمادیا ہے تو پھر کسی دوسرے کو اس میں مزید اجتہاد کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے۔

کلالہ کے احکام

تمام حصہ داروں اور وارثوں کے حصے بیان فرمادینے کے بعد کلالہ کے حق کو علیحدہ طور پر بیان فرمایا ہے۔کہ کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں رہنے دیا گیا ہے۔ہر ایک پہلو کی جانب بھرپور توجہ ڈالی گئی ہے۔

کلالہ ایک ایسا شخص ہوتا ہے کہ جس کی نہ اصل ہو اور نہ ہی فرع ہو۔یعنی اس کی اولاد بھی نہ ہو اور والدین میں سے بھی کوئی نہ ہو۔ہاں بہن بھائی ہو سکتے ہیں۔امام ماوردی کلالہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلفوا فی الکلالۃ علی ثلاثۃ اقوال:

احدھا: انھم من عدا الولد، و ھو مروی عن ابن عباس، رواہ طاؤوس عنہ۔

والثانی: انھم من عدا الوالد، و ھو قول الحکم بن عیینۃ۔

و الثالث: انھم من عدا الوالد و الولد، و ھو قول ابی بکر و عمر، و المشھور عن ابن عباس۔

و قد روی الشعبی قال: قال ابوبکر: قد رایت فی الکلالۃ رایا، فان کان صوابا فمن اللہ وحدہ لا شریک لہ، و

ان یک خطأ فمنی و الله بریٔ منه، ان الکلالة ما خلا الوالد و الولد۔ فلما استخلف عمر قال: انی لاستحیی من الله ان اخالف ابا بکر فی رای راہ۔

ثم اختلفوا فی المسمی کلالة علی ثلاثة اقوال:

احدھا: ان الکلالة المیت، و ھو قول ابن عباس و السدی۔

و الثانی: انه الحی الوارث، و ھو قول ابن عمر۔

و الثالث: انه المیت و الحی، و ھو قول ابن زید۔ (10)

(کلالہ کے بارے میں اہل علم نے تین اقوال پر اختلاف کیا ہے:

ایک قول: وہ لوگ کلالہ ہیں جن کی اولاد نہ ہو، اور یہ ابن عباس سے مروی ہے اسے ان سے طاؤس نے روایت کیا ہے۔

دوسرا: وہ لوگ کہ جو والدین سے خالی ہوں، اور یہ الحکم بن عیینہ کا قول ہے۔

تیسرا: وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کی اولاد اور والدین میں سے کوئی نہ ہو، اور یہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مشہور ہے۔

شعبی نے روایت کرتے ہوئے فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک رائے اختیار کی ہے، اگر یہ درست ہے تو وہ اللہ وحدہ لا شریک کی طرف سے ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہے تو وہ میری طرف ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے، کلالہ وہ ہے جس کا والد یا ولد نہ ہو۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے اس بات میں حیا آتی ہے کہ میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی ایسی بات میں مخالفت کروں کہ جسے انہوں نے اختیار کیا ہے۔

پھر اہلِ علم نے کلالہ کے مسمّٰی کے بارے میں تین اقوال پر اختلاف کیا ہے:

ایک: کلالہ سے مراد میت ہے، اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سدی کا قول ہے۔

دوسرا: اس سے زندہ وارث مراد ہے۔ اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

تیسرا: میت اور زندہ دونوں ہی مراد ہیں۔ یہ ابن زید کا قول ہے۔)

یہ اہلِ علم کی آراء اور اقوال ہیں۔ ان کو بھی مد نظر رکھا جائے گا اور اب قرآن مقدس کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں پر رب ذو الجلال نے کلالہ کے متعلق رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن مقدس میں دو مقامات پر؛ سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں کلالہ کے بارے ہدایت جاری فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ [11]

(لوگ آپ سے فتویٰ (یعنی شرعی حکم) دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں (بغیر اولاد اور بغیر والدین کے فوت ہونے والے) کلالہ (کی وراثت) کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جو بے اولاد ہو مگر اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس (مال) کا آدھا (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے، اور (اگر اس کے برعکس بہن کلالہ ہو تو اس کے مرنے کی صورت میں اس کا) بھائی اس (بہن) کا وارث (کامل) ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر (کلالہ بھائی کی موت پر) دو (بہنیں وارث) ہوں تو ان کے لئے اس (مال) کا دو تہائی (حصہ) ہے جو اس نے چھوڑا ہے، اور اگر (بصورت کلالہ مرحوم کے) چند بھائی بہن مرد (بھی) اور عورتیں (بھی وارث) ہوں تو پھر (ہر) ایک مرد کا (حصہ) دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہوگا۔ (یہ احکام) اللہ تمہارے لئے کھول کر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔)

سورۃ النساء کی آیت نمبر 12 میں تمام حصہ داروں کے حصوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمانے کے بعد کلالہ کے بارے رہنمائی فرمائی۔ پس ارشاد فرمایا:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ [12]

(اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔)

اس تفصیل کے ساتھ کسی دین، شریعت یا نظام میں وراثت کی تقسیم کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ تفسیر مراغی میں تبصرہ کرتے ہوئے اختتام پر درج ہے:

و فی هذا اشارة الى انه تعالىٰ قد فرضها و هو يعلم ما فيها من الخير و المصلحه لنا۔ [13]

(اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس کو مقرر فرما دیا ہے اور وہ خوب جانتا ہے جو اس میں ہمارے لیے خیر اور مصلحت موجود ہے۔)

اس نے والدین کے لیے جو مقرر فرمایا، اولاد کو جو عطا فرمایا، بہن بھائیوں میں جو تقسیم رکھی اور مرد کے مقابل عورت کو ایک اور مرد کو اس کے مقابل دو حصے عطا فرمائے۔ اس سب کی حکمت اور مصلحت کو وہ خوب جانتا ہے۔ ہمارے لیے لازم یہ ہے کہ ہم اس کے حکم اور فرمان کے تابع ہو کر رہیں اور اس میں کسی طرح کوئی کوتاہی نہ کریں۔

یتیم کے مالِ وراثت پر نگرانی کے احکام

یتیم اسے کہا جاتا ہے جو ابھی نابالغ ہو اور اس کا والد وفات پا جائے۔ اسے ابھی معاملات کو سمجھنے اور پرکھنے کی سمجھ نہ ہو۔ لین دین کرنے کی

صلاحیت نہ رکھتا ہو۔اسے اگر والد کی وراثت سپرد کر دی جائے تو وہ اسے ضائع کر سکتا ہے۔لین دین کرنے میں دھوکا کھا جائے گا۔اس کو خسارہ ہوگا۔اس لیے اس کا کسی کو سرپرست بن جانا چاہیے۔جو اس کے مال کو سنبھالے رکھے اور مناسب طریقے سے ضرورت کے مطابق ان پر خرچ کرتا رہے۔جب تک وہ یتیم بلوغت اور رشد کی عمر نہ پہنچ جائیں تب تک ان کے اموال کو ان کے اختیار میں نہ دیا جائے۔اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے:

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۔ [14]

(اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انھیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔اور یتیموں کی (تربیۃ) جانچ اور آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں ہوشیاری (اور حسن تدبیر) دیکھ لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو،اور ان کے مال فضول خرچی اور جلد بازی میں (اس اندیشے سے) نہ کھاڈالو کہ وہ بڑے ہو (کر واپس لے) جائیں گے،اور جو کوئی خوشحال ہو وہ (مال یتیم سے) بالکل بچا رہے اور جو (خود) نادار ہو اسے (صرف) مناسب حد تک کھانا چاہئے،اور جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنا لیا کرو،اور حساب لینے والا اللہ ہی کافی ہے۔)

ایک شخص کو ان کم سمجھ یتیم بچوں کا سرپرست بن جانا چاہیے۔جب تک وہ اس عمر کو نہیں پہنچ جاتے کہ جس میں عمومی طور پر نکاح کی صلاحیت اور ولایت کو تسلیم کر لیا جاتا ہے تب تک ان کے مال ان کے سپرد نہ کیے جائیں۔اور اس عمر میں پہنچ جانے پر بھی ان کا امتحان لے لیا جائے کہ وہ سمجھ دار ہو گئے ہیں یا نہیں۔اگر جان لیا جائے کہ وہ سمجھ دار ہو چکے ہیں تو پھر انہیں ان کے اموال کا مالک و مختار بنا دیا جائے۔اللہ تعالیٰ نے یہاں پر فرمایا ہے کہ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔یعنی وہ بالغ اور عاقل و سمجھدار ہو جائیں۔اس حوالہ سے قدوری میں اولاً تو کچھ علامات ذکر کی گئی ہیں کہ اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو اسے بالغ مان لیا جائے گا۔لیکن اگر ان علامات میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر عمر بتائی گئی ہے کہ جب اس عمر کو پہنچ جائیں تب مان لیا جائے گا وہ بچہ بالغ ہو گیا ہے۔پس وہ بلوغت کی عمر کو اختلاف کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و بلوغ الغلام بالاحتلام ، و الاحبال، و الانزال اذا وطی، فان لم یوجد ذلک، فحتی یتم له ثمانی عشرة سنة عند ابی حنیفة۔ و بلوغ الجاریة بالحیض و الاحتلام و الحبل، فان لم یوجد ذلک، فحتی یتم لها سبع عشرة سنة، و قال ابو یوسف و محمد : اذا تم للغلام و الجاریة خمس عشرة سنة فقد بلغا۔ [15]

(اور لڑکے کی بلوغت احتلام آنے،حاملہ کر دینے اور وطی کے وقت انزال ہو جانے سے ثابت ہوتی ہے،پس اگر یہ علامات نہ پائی جائیں تو پھر جب اس کے اٹھارہ سال پورے ہو جائیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔اور لڑکی کی بلوغت حیض،احتلام اور حاملہ ہونے سے ہے۔پس اگر یہ

علامات نہ پائی جائیں تو پھر جب اس کے سترہ سال پورے ہو جائیں۔اور امام ابویوسف اور امام محمد نے فرمایا: جب لڑکے اور لڑکی کے پندرہ سال پورے ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جائیں گے۔)

اس میں فتوی صاحبین کے موقف پر دیا جاتا ہے کہ دونوں کے لیے پندرہ سال کی عمر کا اعتبار کیا جائے گا۔اس عمر تک جو بچہ نہیں پہنچے گا اور اس کی علامات ظاہر نہیں ہوں گی اسے نابالغ تصور کیا جائے گا۔اور اس وقت تک مال اس کے سپرد نہ کیا جائے گا۔ہاں جب اس کی علاماتِ بلوغت ظاہر ہو جائیں یا وہ اس عمر کو پہنچ جائے اور اس میں سمجھداری بھی محسوس کی جائے تو اب اس کا مال اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

اس میں ایک دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو شخص سرپرستی کر رہا ہے اسے اس یتیم کے مال میں سے کچھ اپنے اوپر بھی خرچ کرنے کی اجازت ہے۔کیونکہ وہ اس کی خدمت کر رہا ہے۔اور جب بھی کوئی شخص کسی کی خدمت کرتا ہے تو وہ اس کی طرف سے معاوضہ کا حق دار بن جاتا ہے۔ اب اگرچہ اس کے لیے کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا جا رہا ہے لیکن اگر وہ شخص ضرورت مند اور حاجت مند ہو تو وہ اس یتیم کی خدمت کرتا رہے،اس کے مال کی رکھوالی کرے،اس کی دیکھ بھال کرتا رہے،اس کی ضرورتیں پوری کرتا رہے اور اپنی ضرورت کے مطابق اس کے مال میں سے کچھ خرچ کر لے۔ لیکن جو شخص خود مال دار اور صاحب ثروت ہو اسے چاہیے کہ وہ اس میں سے خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اسے اس کی حاجت نہیں ہے۔اور جس فقیر کو خرچ کرنے کی اجازت ہے اسے بھی حکم ہے وہ اس طرح خرچ کرے کہ اس کے مال کو ضائع نہ کرے۔اور ایسا نہ کرے کہ یتیم بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دینے کی غرض سے زیادہ زیادہ خرچ کرے۔

جب وہ یتیم بچے بالغ ہو جائیں اور ان میں سمجھدار محسوس کی جائے تو پھر ان کے مال کو ان کے سپرد کر دیا جائے۔اور اس میں کوئی خباثت شامل نہ کی جائے۔ان کے عمدہ مال کو ردی سے نہ بدلا جائے۔دھوکا نہ کیا جائے۔ان کے مال کو امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کی جائے اور ویسے ہی اسے واپس لوٹا دیا جائے۔پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا اللهِ۔(16)

(اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔)

وراثت کی تقسیم کے بعد ایک ناسمجھ اور نابالغ یتیم بچے کے مال کی حفاظت کے بارے بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایات جاری فرمادی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہر حوالہ سے خوب رہنمائی فرمائی ہے۔یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ دین کی ہی خصوصیت ہے۔اور وہ خصوصیت بھی دیگر تمام الہامی ادیان میں سے اسلام کو حاصل ہے۔

تقسیم وراثت کے وقت فقراء پر خرچ کا حکم

وراثت کے ورثاء متعین کر دیے گئے ہیں۔ان میں بنیادی طور پر اولوالارحام میں سے بالکل قریب کے رشتے سب سے پہلے درجہ پر ہیں۔پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد یعنی الاقرب فالاقرب کے اصول کے تحت۔اسی طرح ان کے ساتھ نکاح کے رشتے میں جڑنے والے بھی وراثت کے حقداروں میں شامل ہیں۔اور ان کے ساتھ حقِ ولاء رکھنے والوں کو اس صورت میں وارث بنایا جاتا ہے جب اولوالارحام موجود نہ ہوں۔

وراثت کے حقداروں کی تعیین کر دی گئی ہے لیکن ان کے ساتھ ایک اور ہدایت بھی فرمائی گئی ہے کہ جب وراثت کا مال تقسیم کیا جارہا ہو وہاں اگر کوئی قریبی رشتہ دار موجود ہوں جو ضرورت مند ہوں، یتیم اور مسکین موجود ہوں تو اس مال میں سے کچھ ان کو بھی دے دیا جائے۔ان کو رزق کے طور پر کچھ دے دیا جائے اور ان کے لیے بھی خیر کے کلمات بولے جائیں۔یعنی مال دے کر انہیں احسان نہ جتلایا جائے اور نہ ہی ان کو کوئی ایسا جملہ بولا جائے کہ جس سے انہیں تکلیف ہو۔ جیسے تقسیم کے وقت ان کے موجود ہونے کا طعنہ دیا جا سکتا ہے۔ایسا کوئی جملہ نہ بولا جائے بلکہ ان کے لیے خیر کے کلمات کہے جائیں۔اس حوالہ سے راہنمائی عطا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔[17]

(اور اگر تقسیم (وراثت) کے موقع پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو۔)

وہ رشتہ دار کہ جو بطور وارث اس وراثت میں شریک نہیں بن سکے ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا جائے یا یتیموں اور محتاجوں کو دیا جائے۔ اس سے وہ اپنی زندگی کی ضروریات پوری کر لیں گے۔اسلام میں صدقات و خیرات اور محتاجوں کی فکر گیری کی بات بہت کثرت سے کی گئی ہے۔زکوۃ کی فرضیت اسی مقصد کے تحت ہے۔ مختلف حوالوں سے صدقات کی ترغیب دی گئی ہے۔اور اب وراثت کی تقسیم کے وقت بھی ان ضرورت مندوں کو حصہ دار بناتے ہوئے ان کو صدقہ کیا جائے۔اس سے اسلام میں صدقہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

وراثت میں وصیت کا حکم

وراثت کے معاملہ میں ایک بہت اہم ترین پہلو وصیت کا ہے۔وراثت کے بارے بھی قرآن مقدس میں خصوصی طور پر رہنمائی موجود ہے۔ مندرجہ بالا میں وراثت کی جو تقسیم قرآنی آیات کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔اس تقسیم کے بیان اور ان آیات کے نزول سے پہلے وراثت کے معاملہ میں وصیت ہی مشروع کی گئی تھی۔پہلے یہ انسان پر ہی چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ کس کے لیے کتنا حصہ مقرر کرتا ہے۔لازم تھا کہ ہر شخص اپنی وصیت مرنے سے پہلے لکھ لے اور اس میں اپنے ورثاء کے حصے یا جہاں کہیں خرچ کرنا اس کی تفصیل لکھ ڈالے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود تمام تفصیل بیان فرما دی اور بتا دیا کہ فلاں کا حصہ اتنا اور فلاں کا اتنا ہے۔درج ذیل آیہ مبارکہ وصیت کی فرضیت کو بیان کرتی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ِۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔[18]

(تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور، یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر، تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہے، بیشک اللہ سنتا جانتا ہے، پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی، اس پر کچھ گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

اس آیت میں وصیت کو فرض کیا گیا ہے۔ بعض اہلِ علم نے اسے فرض مانا ہے اور بعد میں منسوخ قرار دیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ اس لیے ان کے ہاں اسے منسوخ ماننے کی حاجت نہیں ہے۔ امام ابو بکر جصاص نے احکام القرآن میں آیہ مذکورہ کے تحت فرمایا ہے:

و اختلف الناس فی الوصیة المذکورة فی هذه الآیة هل کانت واجبة ام لا، فقال قائلون انها لم تکن واجبة و انما کانت ندبا و ارشادا و قال آخرون قد کانت فرضا ثم نسخت علی الاختلاف منهم فی المنسوخ منها۔[19]

(اس آیت میں مذکور وصیت کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ واجب ہے یا نہیں، بعض کہنے والوں نے کہا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب اور (نیکی کے کام کی طرف) ایک تلقین ہے۔ دوسروں نے کہا ہے کہ یہ فرض تھی پھر اسے منسوخ کر دیا گیا ہے جن آیات کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے اس کی بنا پر (یہ اختلاف ہے)۔

جن علماء نے اسے منسوخ مانا ہے ان کے نزدیک اس آیت کی ناسخ آیتِ میراث ہے۔ یعنی جس آیت میں میراث کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی ہے جو دو آیتیں درج بالا میں ذکر ہو چکی ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 11 اور 12 اس کی ناسخ ہیں۔ جب وہ آیات آ گئیں تو پھر وصیت کی فرضیت اور وجوب ختم ہو گیا۔ اب وراثت کی تقسیم اس کے مطابق لازم ہو گئی جو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں ارشاد فرما دیا ہے۔ وصیت کی فرضیت ختم ہوئی ہے لیکن اس کا جواز اور اباحت ابھی بھی برقرار ہے۔ جیسا کہ میراث کی تقسیم بیان کرنے والی آیات میں تین مقامات پر حصہ داروں کے حصے بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ حصے ملیں گے لیکن اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو مرنے والے نے کسی کے حق میں کی ہو گی یا اس پر جو قرض ہو گا اس کی ادائیگی پہلے کی جائے گی۔ جیسا کہ درج ذیل آیت سے واضح ہے کہ ہر بار حصے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس مضمون کو مختلف صیغوں سے بیان فرماتا ہے:

مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَا۔[20]

(وصیت (کی ادائیگی ہو جانے) کے بعد کہ جو وصیت مرنے والے نے کی ہو۔)

پس اب وصیت فرض یا واجب تو نہیں رہی لیکن اس کا جواز اور اباحت اب بھی برقرار ہے۔ مزید یہ کہ جب وصیت کی جائے اس کے لیے گواہی قائم کرنے کے متعلق ہدایت دی ہے۔ اور اس کے لیے بھی تفصیلی رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو ہر پہلو سے ہدایت کا نور اپنی بارگاہ سے مکمل کر کے عطا فرما دیا ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ اس حوالہ سے ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ حِيۡنَ الۡوَصِيَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ اَوۡ اٰخَرٰنِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ اِنۡ اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةُ الۡمَوۡتِ‌ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِىۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِيۡنَ۔[21]

(ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت آئے تو وصیت کرتے وقت تمہارے درمیان گواہی (کے لئے) تم میں سے دو عادل شخص ہوں یا تمہارے غیروں میں سے (کوئی) دوسرے دو شخص ہوں اگر تم ملک میں سفر کر رہے ہو پھر (اسی حال میں) تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے تو تم ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو، اگر تمہیں (ان پر) شک گزرے تو وہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم اس کے عوض کوئی قیمت حاصل

نہیں کریں گے خواہ کوئی (کتنا ہی) قرابت دار ہو اور نہ ہم اللہ کی (مقرر کردہ) گواہی کو چھپائیں گے (اگر چھپائیں تو) ہم اسی وقت گناہگاروں میں ہو جائیں گے۔)

ایک مسلمان کی وصیت کا احترام بتایا جارہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے مال میں کوئی وصیت کر دی ہے تو اس کی وصیت کو ایمانداری اور مکمل دیانتداری کے ساتھ جاری کیا جائے۔ اس میں کسی قسم کی دھوکا دہی سے کام نہ لیا جائے۔ اس کی وصیت کو اس کی ہدایت اور خواہش کے مطابق صحیح صحیح جاری کیا جائے جس قدر وہ شرعی حد بندی میں ہو۔ اسی طرح ایک اور پہلو سے رہنمائی فرمائی:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔[22]

(پس اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے سے (کسی کی) طرف داری یا (کسی کے حق میں) زیادتی کا اندیشہ ہو پھر وہ ان کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔)

وصیت کرنے والا بھی کبھی ناحق وصیت کر سکتا ہے۔ اس کی طرف سے کسی کے حق کے مارے جانے کا خوف بھی ہو سکتا ہے تو اس پہلو کے متعلق بھی رہنمائی فرما دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کو ایک کتابِ کامل اور حقیقی رہنما بنا کر نازل فرمایا ہے۔ اس میں ہر پہلو سے مکمل ہدایات جمع فرما دی گئی ہیں۔ جب ہم وراثت کے معاملہ میں قرآن مقدس کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآن ہمیں ہر پہلو سے خوب رہنمائی فرماتا ہے۔ جس کی مثال دنیا کے کسی دین یا نظام میں نہیں ملتی ہے۔ بہترین طریقے سے ہر فرد کے حصے میں اس کے حق کی تعیین کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ حصوں کی ادائیگی کی حیثیت کو بھی بیان فرما دیا ہے۔ مرنے والی کی خواہش، رائے اور وصیت کو بھی احترام دیا گیا ہے۔ اس کے وارثوں کے حقوق کا بھی مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔ ہر پہلو سے مکمل ہدایت عطا فرمادی ہے۔

سفارشات اور عملی تجاویز

اس موضوع کے متعلق مزید علمی و عملی پہلوؤں سے درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

1. اسلام کے نظامِ وراثت کا عوامی سطح پر مطالعہ ضروری ہے۔ عوام و خواص ہر ایک کو چاہیے کہ وہ قرآن مقدس کی طرف سے عطا کردہ وراثت کے نظام کا اچھی مطالعہ کریں۔ اور اس کو عملی طور پر اپنی زندگیوں میں نافذ کریں۔
2. مسلم مفکرین اور اہلِ علم کو اس دور میں بڑی جدوجہد اور محنت کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو قابل عمل بنوانے کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان میں وراثت سے متعلقہ تعلیمات اور احکام بھی ہیں۔
3. ملکِ پاکستان کے آئین میں وراثت کے قوانین کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔ شرعی رہنمائی کرنے والے افراد کو چاہیے کہ وہ ملکِ پاکستان کے آئینِ وراثت کا مطالعہ کریں اور اسے مکمل طور پر شرعی ہدایات کے تابع کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔
4. اسلام نے وراثت کے بارے جو تفصیلی رہنمائی عطا فرمائی ہے اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ اس حقیقت کا اعتراف ہر مسلمان کو ہونا چاہیے۔ اور تحقیقی و تجزیاتی میدان میں مسلم مفکرین کو یہ حقیقت ہر مسلم و غیر مسلم کے سامنے آشکار کرنی ہوگی۔

5. دینی مدارس کی طرح سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں وراثت کی تعلیم کو لازمی کیا جانا چاہیے۔ اسلام کا نظامِ میراث صرف پڑھنے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ عملی زندگی میں نافذ کیا جانے والا نظام ہے۔ اس لیے یہ تعلیم صرف مدارس میں نہ رہے بلکہ اسے معاشرے کا ہر فرد پڑھے اور سیکھے۔ اس طرح اسے معاشرے میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔

6. جمعہ کے خطبات اور مختلف دروس میں علم المیراث کو بیان کیا جانا چاہیے۔ اس کے لیے باقاعدہ مستقل طور پر کورس اور ورکشاپس منعقد کی جائیں تاکہ لوگ شریعت کی صحیح رہنمائی حاصل کر سکیں۔

کتابیات

القرآن الکریم

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار الفکر، بیروت، 1999

الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2001

الجصاص، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994

ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داود، دار الفکر، بیروت، 2003

الماوردی، علی بن محمد، النکت والعیون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992

المراغی، احمد مصطفی، تفسیر المراغی، دار الفکر، بیروت، 2006

مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1998

القدوری، احمد بن محمد، مختصر القدوری، مکتبہ امدادیہ، ملتان، 2010

مصادر و مراجع

[1] بنی اسرائیل: 6:17

[2] نوح: 12:71

[3] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مسند المکیین، باب حدیث کعب بن مالک الانصاری، 454/3

[4] ایضاً، کتاب الوصایا، باب این یترک ورثتہ الاغنیاء خیر من ان یتکففوا الناس، رقم الحدیث: 2591، 1006/3

[5] ۔ النساء: 11:4

[6] ۔ الترمذی، السنن الصحیح، کتاب الفرائض، رقم الحدیث: 2091

[7] ۔ النساء: 4:11-12

[8] ۔ الترمذی، السنن الصحیح، کتاب الفرائض، رقم الحدیث: 2092

[9] ۔ النساء: 4:13-14

[10] ۔ الماوردی، النکت والعیون، 460/1

[11] ۔ المائدۃ: 176:5

[12] ۔ النساء:12:4

[13] ۔ المراغی،احمد مصطفی، تفسیر المراغی،مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر،1365ھ-1946ء،202/4

[14] ۔ ایضاً:5

[15] ۔ القدوری،المختصر، کتاب الحجر، ص:205

[16] ۔ النساء:2:4

[17] ۔ النساء:8:4

[18] ۔ البقرۃ:182-180:2

[19] ۔ الجصاص،ابو بکر احمد بن علی الرازی،احکام القرآن، دار الکتب العربی—بیروت، لبنان،1335ھ،163/1

[20] ۔ البقرۃ:11:2

[21] ۔ المائدۃ:106:5

[22] ۔ البقرۃ:182:2

References

1. Bani Israel: 6:17
2. Nuh: 12:71
3. Bukhari, Al-Jami' Al-Sahih, Musnad Al-Mukayin, Chapter Hadith Ka'b bin Malik Al-Ansari, 3/454
4. Also, Al-Wasayyah, Chapter Is it better for the rich to leave their inheritance than for people to spend on it, Hadith No.: 2591, 3/1006
5. An-Nisa: 4: 11
6. Al-Tirmidhi, Sunan Al-Sahih, Kitab Al-Fara'idh, Hadith No.: 2091
7. An-Nisa: 4: 11-12
8. Al-Tirmidhi, Sunan Al-Sahih, Kitab Al-Fara'idh, Hadith No.: 2092
9. Al-Nisa: 4: 13-14
10. Al-Mawardi, Al-Nakt Wa'l-Ayyun, 1/460
11. Al-Ma'idah: 5: 176
12. Al-Nisa: 4: 12
13. Al-Maraghi, Ahmad Mustafa, Tafsir Al-Maraghi, Maktaba Mustafa Al-Babi Al-Halabi, Egypt, 1365 AH-1946, 4/202
14. Ibid: 5
15. Al-Qaduri, Al-Mukhtasar, Kitab Al-Hijr, p. 205
16. Al-Nisa: 4: 2
17. Al-Nisa: 4: 8
18. Al-Baqarah: 2: 180-182
19. Al-Jassas, Abu Bakr Ahmad bin Ali Al-Razi, Ahkam Al-Quran, Darul-Kutb Al-Arabi – Beirut, Lebanon, 1335 AH, 1/163
20. Al-Baqarah: 2: 11
21. Al-Ma'idah: 5: 106
22. Al-Baqarah: 2: 182